فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا دھوپ میں گرم ہونے والا پانی استعمال کرنے سے برص کی بیماری لاحق ہوسکتی ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْمَاءِ الْمُشَمَّسِ شَيْءٌ يَصِحُّ مُسْنَدٌ .

''ماءِ مشمس کے بارے میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔''

(الضّعفاء الكبير : 2/176)

سوال: کیا وضو اور غسل میں استعمال ہونے والے پانی کا حکم ایک ہی ہے؟

جواب: وضو اور غسل میں پانی کا حکم ایک ہے، جو پانی وضو کے لیے جائز ہے، وہ غسل کے لیے بھی جائز ہے اور جس پانی سے وضو نہیں ہوسکتا، اس سے غسل بھی نہیں کیا جاسکتا۔

سوال: اُولے کے پانی سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: اُولے کا پانی پاک ہے، اس سے وضو و غسل جائز ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تکبیر کہتے تو قرات سے پہلے ایک لحہ خاموش رہتے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ قربان، آپ خاموشی کے وقفے میں کیا پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ .

''یااللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال، جتنی مشرق اور مغرب میں ہے، یااللہ! مجھے گناہوں سے یوں پاک کر، جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اللہ! میری خطائیں برف، پانی اور اولوں سے دھودے۔''

(صحيح البخاري : 744؛ صحيح مسلم : 598)

دعا میں اولے سے طہارت کا ذکر ہے، جو اس کے پاک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: کیا بیری کے پتوں والے پانی سے وضو جائز ہے؟

جواب: بیری کے پتوں والے پانی سے وضو جائز ہے، جب بیری کے پتوں والے پانی سے غسل جائز ہے، تو وضو بھی جائز ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں کھڑے تھے کہ اچانک اپنی سواری سے گر گئے اور موقع پر ہی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں۔''

(صحيح البخاري : 1266، صحيح مسلم : 1206)

❀ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فوت ہوئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات سے فرمایا:

اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، إِنْ رَأَيْتُنَّ، بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ .

''انہیں پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ تین یا پانچ یا ضروری سمجھیں تو اس سے بھی زیادہ دفعہ غسل دیں۔''

(صحيح البخاري : 1253، صحيح مسلم : 939)

وضو اور غسل کے پانی کا حکم ایک ہی ہے۔

سوال: بہتے پانی میں نجاست گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہتا پانی پاک ہے، اس میں نجاست گر جائے، تو جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف تبدیل نہ ہو، وہ پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کیا جا سکتا ہے۔ جب کوئی وصف بدل جائے، تو اس پر ناپاک ہونے کا حکم آئے گا، اس سے وضو یا غسل جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے متعلق سوال ہوا، جس پر جانور اور درندے وارد ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(مسند أحمد : 26/2، سنن أبي داود : 63، سنن النسائي : 52، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱۳۲/۱۔۱۳۳) نے امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ امام طبری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] : 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اگر کھڑے پانی کی مقدار دو مٹکے ہو، تو گندگی گرنے سے تب تک ناپاک نہ ہوگا، جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ قائم ہیں، جب اوصاف ثلاثہ کے قائم رہنے کی صورت میں کھڑے پانی کا یہ حکم ہے، تو بہتا پانی بالاولی پاک ہے۔

سوال: جس پانی کے نجس ہونے کا شک ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی میں اصل پاک ہونا ہے، لہٰذا جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو جائے، پانی پاک رہے گا، شک کی بنا پر نجاست کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ شک سے یقین کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: ایک بہتی ندی میں مردہ جانور پڑا ہے، تو پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے، جب تک ندی کے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ اصلی حالت میں برقرار رہے۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 26/2، سنن أبي داود : 63، واللّفظ لهٗ، سنن النسائي : 52)

جواب: حدیث صحیح ہے۔ اسے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ

(۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۳۲۔۱۳۳) نے امام بخاری وامام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تہذیب الآثار [مسند ابن عباس]: 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ علامہ رافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

أَلْأَكْثَرُونَ صَحَّحُوا الرِّوَايَتَيْنِ جَمِيعًا، وَّقَالُوا إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ، وَعُبَيْدَ اللّٰهِ رَوَيَاهُ عَنْ أَبِيهِمَا .

''اکثر محدثین ان دونوں روایات کو صحیح کہتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ عبداللہ اور عبیداللہ دونوں نے یہ حدیث اپنے والد سے بیان کی ہے۔''

(البدر المنير :409/1)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ فَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ حَسَنٌ يُحْتَجُّ بِهٖ .

''قلتین والی حدیث کے متعلق اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن اور قابل حجت ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ :41/21)

حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَفٰى شَاهِدًا عَلٰى صِحَّتِهٖ أَنَّ نُجُومَ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ قَدْ

صَحَّحُوهُ وَقَالُوا بِهٖ وَهُمُ الْقُدْوَةُ وَعَلَيْهِمُ الْمُعَوَّلُ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ گواہی کافی ہے کہ زمینی ستاروں کے جیسے محدثین نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کے مطابق مذہب بنایا ہے، یہ محدثین قدوہ ہیں اور احکام ومسائل میں انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔''

(معالم السنن :36/1)

❀ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

''یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔''

(التلخيص الحبير لابن حجر :36/1)

❀ امام طحاوی حنفی نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(شرح معاني الآثار :16/1)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ ثَابِتٌ، لَا مَغْمَزَ فِيهِ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس میں کوئی ضعف نہیں۔''

(المحلّٰى بالآثار :151/1)

❀ حافظ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

''یہ حدیث حسن ہے۔''

(الأباطيل :321)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ حَسَنٌ ثَابِتٌ .

''یہ حدیث حسن ثابت ہے۔''

(المجموع شرح المهذب :112/1)

۞ حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(الأحكام الوسطى :155/1)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ ثَابِتٌ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے۔''

(البدر المنير :404/1)

۞ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا لِطَعْنٍ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّهٗ فِي نَفْسِهٖ حَدِيثٌ مَّشْهُورٌ، مَعْمُولٌ بِهٖ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ مُعَدَّلُونَ، وَلَيْسَ هٰذَا الْاِخْتِلَافُ مِمَّا يُوْهِنُهٗ، لِأَنَّهٗ يَكُونُ قَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ، أَبْنَاءُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَعًا .

''اس حدیث کے متن میں کوئی طعن نہیں، کیونکہ یہ مشہور اور قابل عمل حدیث ہے۔ اس کے رواۃ ثقہ اور عادل ہیں۔ (سند کا) یہ اختلاف موجب ضعف نہیں، کیونکہ اس حدیث کو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دو بیٹوں عبد اللہ اور عبید اللہ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے۔''

(الشافي في شرح مسند الشافعي :80/1)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(طبقات الشافعية الكبرىٰ للسّبكي : 245/2)

❁ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(حجة اللّٰه البالغة :253/1)

❁ حافظ علائی رحمہ اللہ اضطراب کے ردو جواب میں فرماتے ہیں:

نَعْلَمُ بِهٰذَا أَنَّ الرَّاوِيَ الْوَاحِدَ إِذَا كَانَ ضَابِطًا مُّتْقِنًا، وَرَوَى الْحَدِيْثَيْنِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ فِيهِمَا؛ أَنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا صَحِيحٌ .

''ہم یہ اصول جانتے ہیں کہ ایک ضابط اور متقن راوی دو مختلف سندوں سے دو حدیثیں بیان کرے، تو وہ دونوں صحیح ہوتی ہیں۔''

(جزء في تصحيح حديث القلتين والكلام على أسانيده، ص 35)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَدَارُهُ عَلَى الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، فَقِيلَ : عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَقِيلَ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَتَارَةً عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَتَارَةً عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَالْجَوَابُ أَنَّ هٰذَا لَيْسَ اضْطِرَابًا قَادِحًا فَإِنَّهٗ عَلٰى تَقْدِيرِ أَنْ يَّكُونَ الْجَمِيعُ مَحْفُوظًا انْتِقَالٌ مِنْ ثِقَةٍ إِلٰى ثِقَةٍ وَعِنْدَ التَّحْقِيقِ؛ اَلصَّوَابُ أَنَّهٗ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

الْمُكَبَّرِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْمُصَغَّرِ وَمَنْ رَوَاهُ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فَقَدْ وَهِمَ .

''سند کا مدار ولید بن کثیر پر ہے، ولید ایک سند میں محمد بن جعفر بن زبیر سے بیان کرتا ہے، دوسری میں محمد بن عباد بن جعفر سے، کبھی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے، تو کبھی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ایسا اضطراب نہیں کہ جو حدیث میں جرح کا موجب ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ تمام روایات ہی محفوظ ہوں اور ایک ثقہ سے روایت کرنے کے بعد وہی روایت دوسرے ثقہ راوی سے بھی کر دی۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ اس روایت کو ولید بن کثیر نے محمد بن عباد بن جعفر عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر المکبر کی سند سے بیان کیا ہے، اسی طرح محمد بن جعفر بن زبیر عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر المصغر کی سند سے روایت کیا ہے۔ جس نے بھی اس کے برعکس بیان کیا، وہ وہم ہے۔''

(التّلخيص الحبير :36/1)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ حَسَنٌ، صَحَّحَهُ الْحُفَّاظُ وَحَسَّنُوهُ، وَالرِّوَايَةُ الْأَخِيرَةُ : إِذَا كَانَ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهٗ لَا يُنَجَّسُ، صَحِيحَةٌ، قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ : إِسْنَادُهَا جَيِّدٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ : صَحِيحٌ، وَلَا تُقْبَلُ دَعْوٰى مَنِ ادَّعَى اضْطِرَابَهٗ، وَعَلَى الْحَدِيثُ اعْتِرَاضَاتٌ

عَنْهَا أَجْوِبَةٌ صَحِيحَةٌ مَّشْهُورَةٌ .

''حدیث قلتین حسن ہے، اسے حفاظ نے صحیح اور حسن کہا ہے۔ دوسری روایت: ''جب پانی دو قلے ہو تو نجس نہیں ہوتا۔'' بھی ''صحیح'' ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ''جید'' ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ جو شخص اس حدیث کے مضطرب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی۔ اس حدیث پر اور بھی اعتراضات کیے گئے ہیں، جن کے درست اور مشہور جوابات دیے جا چکے ہیں۔''

(الإيجاز في شرح سنن أبي داود، ص 282-283)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ حکم بن سفیان ثقفی سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ .

''رسول اللہ ﷺ جب پیشاب کرتے، تو وضو کرتے اور (بعد میں شرمگاہ پر) چھینٹے مارتے۔''

(سنن أبي داود : 166، السّنن الكبرى للنّسائي : 134)

جواب: یہ حدیث مضطرب (ضعیف) ہے۔ حکم بن سفیان یا سفیان بن حکم ثقفی کو قاضی شریک، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابو حاتم، امام علی ابن المدینی اور حافظ ابن القطان فاسی وغیرہم رحمہم اللہ نے تابعی شمار کیا ہے۔ جبکہ امام ابو زرعہ اور حافظ ابن عبد البر رحمہما اللہ سمیت بعض اہل علم اسے صحابی سمجھتے ہیں۔

اضطراب کی صورت یہ ہے کہ بعض رواۃ اس حدیث کو حکم بن سفیان عن النبی کی سند

سے ذکر کرتے ہیں اور بعض رواۃ حکم بن سفیان عن ابیہ عن النبی کی سند سے ذکر کرتے ہیں۔ دونوں میں شدید اضطراب ہے، ترجیح کی کوئی صورت نہیں۔

اہل علم کی تحقیق:

اس حدیث کے متعلق اہل علم کے اقوال ملاحظہ ہوں؛

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِضْطَرَبُوا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث میں رواۃ اضطراب کا شکار ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 50)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهٗ مُضْطَرِبٌ . ''حکم بن سفیان کی حدیث مضطرب ہے۔''

(الكاشف : 1176)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ اخْتِلَافٌ كَثِيرٌ عَلٰى مُجَاهِدٍ، وَقَدْ أُعِلَّ بِالْإِضْطِرَابِ .

''اس حدیث میں مجاہد پر (راویوں کا) کثیر اختلاف ہے۔ اس حدیث میں (ضعف کا) سبب اضطراب قرار دیا گیا ہے۔'' (اتّحاف المَهَرة : 315/4)

❁ نیز فرمایا:

فِي حَدِيثِهِ اضْطِرَابٌ . ''حکم بن سفیان کی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(تقريب التّهذيب : 1442)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کی فصل میں ذکر کیا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 123/1)

❀ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَصِحُّ مَتْنُهُ لِأَنَّ فِيهِ اضْطِرَابًا كَثِيرًا.

''اس حدیث کا متن ثابت نہیں، کیونکہ اس میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔''

(تمام المنّة، ص 66)

نوٹ:

وضو کے بعد شرمگاہ یا کپڑے پر چھینٹے مارنے کے متعلق مرفوع روایات ثابت نہیں، البتہ بعض صحابہ اور تابعین وغیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے، لہٰذا اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

سوال: اگر نابالغ کنوئیں سے پانی بھر کر لائے، تو کیا اس سے وضو کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، کوئی وجہ کراہت یا حرمت معلوم نہیں ہوتی۔

سوال: جو پانی نجاست گرنے سے ناپاک ہوگیا، کیا وہ جانوروں کو پلایا جاسکتا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، پلایا جاسکتا ہے۔

سوال: جس کافر کی مونچھیں بڑھی ہوئی ہوں، اس نے برتن کو منہ لگا کر پیا کہ مونچھیں پانی میں لگ رہی ہیں، کیا اس کا جھوٹا پانی پاک ہے؟

جواب: اس کا جھوٹا پانی پاک ہے، مونچھیں بڑھانا جائز نہیں، مگر اس سے برتن کی بچی ہوئی شے ناپاک نہیں ہوتی۔

سوال: غیر مسلم عورت کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: پاک ہے۔

سوال: پیر یا بزرگ کے جھوٹے کو بطور تبرک تناول کرنا کیسا ہے؟

(جواب): تبرک صرف انبیا کے ساتھ خاص ہے، غیر نبی کی کسی چیز سے تبرک لینا جائز نہیں، صحابہ کرام نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے آثار سے تبرک لیتے تھے، کسی صحابی یا تابعی نے کسی صحابی سے یا اُن کے آثار سے تبرک نہیں لیا، اسی طرح اسلاف اُمت میں سے کسی نے دوسرے سے تبرک نہیں لیا۔

غیر نبی کے جھوٹے سے تبرک لینا بدعت ہے، اس نظریے کا وجود خیر القرون میں نہیں ملتا، یہ بعد میں جاری ہوا۔ اگر غیر نبی کے جھوٹے سے تبرک لینا جائز ہوتا، تو اسلاف اُمت ایسا ضرور کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر علما اور صلحا کی عزت و تکریم کرنے والے تھے۔

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ بَعْدَ مَوْتِهِ لَمْ يَقَعْ مِنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَنْ خَلْفَهُ، إِذْ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ فِي الْأُمَّةِ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَهُوَ كَانَ خَلِيفَتَهُ، وَلَمْ يُفْعَلْ بِهٖ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ، وَلَا عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ كَانَ أَفْضَلَ الْأُمَّةِ بَعْدَهُ، ثُمَّ كَذٰلِكَ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، ثُمَّ سَائِرُ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ لَا أَحَدٌ أَفْضَلُ مِنْهُمْ فِي الْأُمَّةِ، ثُمَّ لَمْ يَثْبُتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِّنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ مَّعْرُوفٍ أَنَّ مُتَبَرِّكًا تَبَرَّكَ بِهٖ عَلٰى أَحَدِ تِلْكَ الْوُجُوهِ أَوْ نَحْوِهَا، بَلِ اقْتَصَرُوا فِيهِمْ عَلَى الِاقْتِدَاءِ بِالْأَفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالسِّيَرِ الَّتِي اتَّبَعُوا فِيهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ إِذًا

إِجْمَاعٌ مِّنْهُمْ عَلٰى تَرْكِ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ .

''صحابہ کرام نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے علاوہ کسی کے لیے یہ (تبرک) مقرر نہ کیا، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور آپ ﷺ کے بعد خلیفہ بھی تھے۔ ان کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا گیا۔ نہ سیدنا عمر سے کوئی اس طرح کا تبرک لیا گیا۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے افضل تھے، پھر سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام تھے، کسی صحابی کے بارے میں باسند صحیح ثابت نہیں کہ کسی صحابی یا تابعی نے ان کے ساتھ تبرک والا ایسا سلسلہ جاری کیا ہو، بلکہ انہوں (دیگر صحابہ و تابعین) نے نبی اکرم ﷺ کے اتباع پر مبنی اقوال و افعال اور طریقہ کار میں پہلوں کی پیروی پر اکتفا کیا، لہٰذا یہ ان کی طرف سے تبرک بالآثار کو ترک کرنے پر اجماع ہے۔'' (الاعتصام : 2/8-9)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) لکھتے ہیں:

كَذٰلِكَ التَّبَرُّكُ بِالْآثَارِ؛ فَإِنَّمَا كَانَ يَفْعَلُهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَكُونُوا يَفْعَلُونَهٗ مَعَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَلَا يَفْعَلُهُ التَّابِعُونَ مَعَ الصَّحَابَةِ مَعَ عُلُوِّ قَدَرِهِمْ .

''اسی طرح آثار کے ساتھ تبرک کا معاملہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے آثار کے ساتھ تبرک لیا کرتے تھے، لیکن آپس میں وہ ایسا نہیں کرتے تھے، نہ ہی تابعین کرام، صحابہ کرام کے آثار کے ساتھ تبرک لیتے تھے، حالانکہ ان کی

قدر و منزلت بہت بلند تھی۔''

(الحِكَم الجديدة، ص 55)

۞ علامہ، عبد الرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ (1285ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا مَا ادَّعَاهُ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ أَنَّهُ يَجُوزُ التَّبَرُّكُ بِآثَارِ الصَّالِحِينَ؛ فَمَمْنُوعٌ مِّنْ وُّجُوهٍ : مِنْهَا أَنَّ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ مَعَ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا فِي حَيَاتِهٖ وَلَا بَعْدَ مَوْتِهٖ، وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَّسَبَقُونَا إِلَيْهِ، وَأَفْضَلُ الصَّحَابَةِ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَنْ شَهِدَ لَهُ بِالْجَنَّةِ، وَمَا فَعَلَهُ أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ السَّادَةِ .

''بعض متاخرین جو صالحین کے آثار سے تبرک لینے (کے جواز) کا دعویٰ کرتے ہیں، تو یہ کئی وجہ سے ممنوع ہے؛ ایک تو اس لیے کہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے آثار سے تبرک نہیں لیتے تھے، نہ آپ ﷺ کی زندگی میں نہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد۔ اگر یہ نیکی کا کام ہوتا، تو سلف ہم سے پہلے ضرور اس کام کو کر چکے ہوتے۔ صحابہ کرام میں سے بزرگ ترین ہستیاں ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم، جو ان صحابہ میں شامل تھے، جنہیں آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی، ان بزرگ ترین ہستیوں کے

آثار سے بھی کسی نے تبرک نہیں لیا۔‘‘

(فتح المجید شرح کتاب التّوحید، ص 142)

❁ علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (1307ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُّقَاسَ أَحَدٌ مِّنَ الْأُمَّةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ ذٰلِكَ الَّذِي يَبْلُغُ شَأْنَهٗ؟ قَدْ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَالِ حَيَاتِهٖ خَصَائِصُ كَثِيرَةٌ، لَا يَصْلُحُ أَنْ يُّشَارِكَهٗ فِيهَا غَيْرُهٗ.

’’امت میں کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرنا جائز نہیں۔کون ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پہنچ سکے؟حیاتِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے خصائص حاصل تھے،جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔‘‘

(الدّین الخالص: 250/2)

(سوال): ماکول اللحم جانوروں اور پرندوں کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جن جانوروں اور پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا جھوٹا پاک ہے، اسے کھایا یا پیا جاسکتا ہے۔اس پر اجماع ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ سُؤْرَ مَا أُكِلَ لَحْمُهٗ طَاهِرٌ، وَيَجُوزُ شُرْبُهٗ وَالْوُضُوءُ بِهٖ.

’’اہل علم کا اجماع ہے کہ ماکول اللحم (جانوروں اور پرندوں) کا جھوٹا پاک ہے،اسے پیا بھی جاسکتا ہے اوراس سے وضو بھی جائز ہے۔‘‘

(الإجماع : 13)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ فَلَا خِلَافَ فِي أَنَّهُ طَاهِرٌ.

''ماکول اللحم (جانوروں اور پرندوں) کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(المحلّٰی :137/1)

۞ علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۹۵ھ) لکھتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى طَهَارَةِ أَسْآرِ الْمُسْلِمِينَ، وَبَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور گھریلو جانوروں کا جھوٹا پاک ہے۔''

(بداية المجتهد :34/1)

(سوال): کیا جنبی کا جھوٹا پانی پاک ہے؟

(جواب): جنبی کا جھوٹا پاک ہے، اسے پیا بھی جا سکتا ہے اور اس سے وضو و غسل بھی جائز ہے۔

(سوال): یقینی پاک پانی کے ہوتے ہوئے، مشکوک پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

(جواب): جس پانی کے پاک ہونے کا یقین ہو، اس سے وضو کرنا چاہیے۔

(سوال): خچر اور گدھے کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): گدھے اور خچر کے جھوٹے کے متعلق اہل علم کی آراء مختلف ہیں، بعض اہل علم مکروہ سمجھتے ہیں، جبکہ بعض پاک خیال کرتے ہیں۔ جمہور اہل علم کے مطابق گدھے اور خچر کا جھوٹا پاک ہے۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا سُؤْرُ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ فَأَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ يُجَوِّزُونَ التَّوَضُّؤَ بِهٖ .

''اکثر اہل علم کے مطابق خچر اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 620/21)

سوال: کتے نے برتن کو باہر سے چاٹ لیا، کیا برتن کے اندر والا پانی پاک ہے؟

جواب: برتن کا بیرونی حصہ ناپاک ہو گیا، البتہ برتن کے اندر موجود پانی پاک ہے، اسے پیا جا سکتا ہے، اس سے وضو و غسل جائز ہے۔ برتن کے بیرونی حصے کو سات مرتبہ پانی سے دھویا جائے گا اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر صاف کیا جائے گا۔

سوال: گھوڑے کے جھوٹے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِسُؤْرِ الْفَرَسِ .

''آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے کے جھوٹے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 319، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: گدھے اور خچر کے پسینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے، اگر کپڑے یا بدن کو لگ جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ عہد نبوی میں گدھے اور خچر پر عام سواری کی جاتی تھی، سفر کی مشقت میں جانور کا پسینہ جسم اور کپڑے پر لگ جانا بعید نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے اور خچر کے پسینے کو دھونے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا ان کا پسینہ ناپاک نہیں۔

سوال: اگر ہاتھ کو بلی نے چاٹ لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بلی کا جھوٹا پاک ہے، اگر وہ ہاتھ چاٹ لے، تو کوئی حرج نہیں۔

❀ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بہو، کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، تو انہوں نے انہیں وضو کے لیے پانی ڈال کر دیا۔ بلی آئی اور پینے لگی۔ انہوں نے اس کی طرف برتن جھکا دیا حتی کہ اس نے سیر ہو کر پی لیا، کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ نے مجھے دیکھ کر کہ میں انہیں دیکھ رہی ہوں فرمایا: اے بھتیجی! کیا آپ تعجب کر رہی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ (بلی) پلید نہیں ہے، کیوں کہ یہ تم پر گھومنے پھرنے والے مرد یا عورتوں میں سے ہے۔''

(موطأ الإمام مالك: 23,22/1، مسند الإمام أحمد: 5/303-309، سنن أبي داوٗد: 75، سنن النّسائي: 68، سنن التّرمذي: 92، سنن ابن ماجه: 367، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۰۴)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۹۹)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۶۰) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔

(سوال): پانی میں رہنے والے جانور کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سمندری جانور کہ جن کی زندگی پانی پر موقوف ہے، کا جھوٹا پاک ہے، کیونکہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

(سوال): شرابی کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شرابی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔

(سوال): مستعمل پانی اگر دوسرے پانی میں مل جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مستعمل پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے، لہٰذا مستعمل پانی کے دوسرے پانی میں مل جانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

(سوال): بارش کے پانی سے ندی بن گئی، اس پانی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بارش سے جو ندی بنی ہے، اس کا پانی پاک ہے، بشرطیکہ اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہوا ہو۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾(الفُرقان : ٤٨)

''ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ﴾(الأنفال : ١١)

''اس (اللہ) نے تم پر آسمان سے پانی برسایا، تاکہ اس سے تمہیں پاک کر دے۔''

(سوال): بہتے پانی میں درختوں کے پتے گر جائیں، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں، پانی پاک ہے۔

(سوال): کھڑے پانی میں درختوں کے پتے گرے اور پانی کا ذائقہ اور رنگ بدل گیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): پانی پاک ہے۔ دراصل رنگ، ذائقہ یا بو کے بدلنے سے پانی اس وقت ناپاک ہوگا، جب اس میں گندگی گرے، اگر کوئی پاک چیز گرے اور رنگ، ذائقہ یا بو بدل جائے، تو کوئی حرج نہیں، پانی پاک ہے، جیسا کہ درختوں کے پتے وغیرہ۔